# مسلمانوں میں اصالت فکر

عبد الرحمن شاہ ولی

ثقافت، تمدن اور تہذیب، علوم و فنون کا سلسلہ زنجیر کی کڑیوں کے مانند ہے جس کے لئے ہر آنے والی نسل اپنی پیش رو نسل کی مرہون منت ہے۔ اگر پہلی کڑی نہ ہوتی تو دوسری بھی اپنے مقام پر نہ ہوتی - یہی وجہ ہے کہ انسانی علوم کسی خاص فرد، قوم یا اہل زمانہ کی فکری کاوشوں کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس میں تمام اقوام کا اور ہر زمانہ والوں کا کم و بیش حصہ ہے - افلاطون کا یہ خیال کہ یورپ کے لوگ جسمانی طاقت تو رکھتے ہیں لیکن دماغی اور فکری لحاظ سے ایشیائی اقوام سے بہت پیچھے ہیں اس لئے فکری اور دماغی کاموں کی اہلیت نہیں رکھتے۱، یورپ کی موجودہ ترقی نے اس خیال کو نہ صرف باطل کر دیا ہے بلکہ ان کو اس غرور میں مبتلا کردیا ہے کہ وہ نسلی لحاظ سے دوسری اقوام پر فوقیت رکھتے ہیں، اس غرور نے ان کو مسلمان فلاسفہ کے ابداع فکر اور خلاقی کے عظیم ترین کارناموں سے انکار کرنے پر مجبور کردیا جو کہ تنگ نظری اور احسان فراموشی کی بدترین مثال ہے - لیکن مسلمان چونکہ تنگ نظری اور تعصب کو تمام مشکلات کی بنیاد سمجھتے ہیں۲ دانش و حکمت کو اپنی گمشدہ چیز تصور کرتے ہیں۳، نسلی امتیاز کے تصور کو روح اسلام کے منافی سمجھتے ہیں، اس لئے انھوں نے ہمیشہ اپنے سے پہلے کے مفکرین کو چاہے وہ کسی بھی قوم یا مذہب سے تعلق رکھتے ہوں احترام کی نظر سے دیکھا اور ان کے علم و دانش کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ ان کی ممنونیت کا بھی کھلے دل سے اقرار کیا۴ اور اپنی تحقیقات کو حرف آخر ہرگز تصور نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ یہی سمجھتے رہے کہ پورا حق کسی ایک شخص پر کبھی واضح نہیں ہو سکتا

مفکر وہ ہے جس پر حق کا کوئی جز یا کوئی پہلو واضح ہو جائے ۔ مسلم مفکرین میں بلاشبہ کچھ اس قسم کے لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے بعض یونانی فلسفیوں کو یہاں تک نشانہ تنقید بنایا کہ ان کی تنقید درجہ تنقیص تک پہنچ گئی۔ لیکن جس طرح یورپین مفکرین مسلم فلاسفہ کی تنقیص کررہے ہیں اس درجہ تک وہ کبھی نہیں گرے ۔ یورپین مفکرین کی اکثریت نے ہمیشہ اس بات میں شرم محسوس کی کہ فلاسفہ اسلام کی سبقت اور ممنونیت کا اظہار کریں، بلکہ ان کی تمام خوبیوں سے اپنے مخصوص کافرانہ انداز میں صاف انکار کرتے ہوئے تنگ نظری اور تعصب کا ثبوت دیا جو کہ تلاش حق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے ۔

برٹرنڈرسل کہتا ہے کہ عربی فلسفہ کی کوئی خاص اہمیت اس لئے نہیں کہ مسلمان فلاسفروں کے اپنے افکار تو تھے نہیں ۔ ابن سینا اور ابن رشد جیسے لوگ بھی ارسطو کے افکار کی تشریح و توضیح سے زیادہ کچھ نہ کرسکے ۔ سائنس میں مسلمانوں کے افکار ارسطو سے ماخوذ ہیں، الہیات اور منطق میں انہوں نے جدید افلاطونی افکار اپنا لئے ہیں، اور طب میں ان کا علم جالینوس اور ہندسہ اور فلکیات میں دوسرے یونانی اور ہندوستانی دانشوروں سے مستعار ہے، جیسا کہ ان کا تصوف قدیم فارسی مذاہب کا معجون مرکب ہے، ہاں صرف کیمیا اور ریاضی میں مسلمانوں کے ہاں کچھ ان کی اپنی اختراعات ملتی ہیں، اس کے علاوہ مسلمانوں نے صرف اتنا کیا کہ یورپ کی قدیم تہذیب کی باقیات کو جدید یورپ تک پہونچایا۔

اس کے علاوہ بہت سے مستشرق بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرچکے ہیں ، البتہ ان میں بعض زیادہ مبالغہ آمیز باتیں لکھتے ہیں جیسا کہ رینان وغیرہ، اور بعض ان کی نسبت قدرے معتدل ہیں، جب کہ تیسرا گروہ جو کہ انصاف پسند اور معتدل مزاج مستشرقین کا ہے، وہ نہ صرف مسلم مفکرین کی ابداع فکر کا قائل ہے بلکہ اسلام اور قرآن کریم کی بھی تعریف کرتا ہے ۔

فرانسیسی مستشرق لیبون قرآن کریم کے متعلق کہتا ہے : کہ اس کتاب کی عظمت و جلالت شان کے لئے یہ بات کافی ہے کہ چودہ سو سال گزرنے پر بھی اس کا اسلوب ذرا متاثر نہ ہوسکا اور یہ آج بھی ایسا ہی ترو تازہ ہے جیسا کہ کل تھا ۔ اسی طرح کارڈیو کہتا ہے کہ قرآن اگرچہ فلسفہ کی کتاب نہیں اور محمد ص بھی فلاسفر نہیں تھے لیکن انھوں نے نبی ہونے کی حیثیت سے اپنے مشن کی تبلیغ کرتے وقت فلسفیانہ مشکلات کی الہامی تشریح ادیبانہ انداز میں کی جس سے آگے چل کر اسلامی عقیدہ کی تکوین ہوئی ۔

اس قسم کے خیالات کا اظہار ریسلر اور زیگرید ھونکا وغیرہ نے بھی کیا ہے جس سے ان کی رواداری اور انصاف پسندی کا ثبوت ملتا ہے ۔ کارڈیو نے فارابی اور ابن سینا کے متعلق جو کتاب لکھی ہے اس میں ان دو شخصیتوں کے ابداع فکر کی بے حد تعریف کی ہے لیکن یورپ کی اکثریت اس قسم کے خیالات سے اتفاق نہیں کرتی بلکہ اہل یورپ اسلام اور فلاسفہ اسلام کی شان کو ہر طرح گھٹانے کے درپے رہتے ہیں ۔ ہمیں مستشرقین کے اعتراف اور انکار کو زیادہ اہمیت اس لئے نہیں دینی چاہیئے کہ ان میں سے اکثر نہ تو ہمارے مذہب سے پوری واقفیت رکھتے ہیں اور نہ ہمارے فلسفہ اور تاریخ سے ۔ اس کے علاوہ ان کو اسلام سے جسقدر دشمنی ہے اس کا اندازہ خود ان کے ظالمانہ افکار کے اظہار سے ہوتا ہے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ تعصب کے اندھے کو کوئی خوبی نظر نہیں آتی ۔

وعین الرضا عن کل عیب کلیلة ولکن عین السخط تبدی المساویا

مگر افسوس اس پر ہوتا ہے کہ خود بعض مسلمان دانشور بھی مستشرقین کے خام خیالات سے متاثر ہوکر یہ باور کرنے لگے ہیں کہ مسلم فلاسفروں نے افلاطون اور ارسطو کے نظریات کے گرد طواف سے زیادہ کچھ نہیں کیا ۔ ڈاکٹر سامی النشار پروفیسر اسکندریہ یونیورسٹی ایک ممتاز مسلم مفکر ہونے کے باوجود

مغرب کے اس بےبنیاد پروپیگنڈے کے زیر اثر لکھتے ھیں کہ ''یونان کا فلسفہ عالم اسلام کی طرف منتقل ھوا اور بلاشبہ بعض مسلمانوں نے اس کی متابعت کی ۔ کندی، فارابی، ابن سینا اور چند دیگر مسلم شخصیتیں اس میدان میں ظہور پذیر ھوئیں، جن کا کام اس میدان میں شرح اور توضیح کے زیادہ قریب تھا،، ۸ اسی طرح ایک اور موقعہ پر لکھتے ھیں ''کندی، فارابی، ابن سینا، ابوالبرکات بغدادی ظاھر ھوئے اور ان میں سے ھر ایک نے یہ کوشش کی کہ یونانی فلسفہ کی گہرائیوں میں غوطہ لگاکر کوئی نیا فکر اور نظریہ پیش کرے، لیکن ھم کو جو کچھ ان سے ملا ھے وہ صرف مشائین کے خیالات اور جدید افلاطونی تصورات کی تصویر ھے، اور ساتھ ھی دین اور فلسفہ میں توافق کی ناکام کوشش ھے'' ۹ یہ اتنا مبالغہ آمیز فکر ھے کہ شاید بعض ناقد مستشرقین بھی اس کے ساتھ اتفاق نہ کرسکیں جبکہ ان میں سے معتدل مزاج صاف کہتے ھیں، کہ مسلمان فلاسفروں نے یونانی فلسفہ کو بڑھاکر یورپ کو دیا، اور اس میں بہت سی اھم باتوں کا اضافہ کیا ۱۰ ۔

## مستشرقین کی سطحیت :

لیکن ھم مستشرقین کی باتوں کو زیادہ اھمیت اس لئے نہیں دیتے کہ ان کی معلومات اس میدان میں نا پختہ اور سطحی ھوا کرتی ھیں ۔ اگر وہ تعصب کے مرض سے چھٹکارا بھی پائیں تو سطحیت سے اس باب میں ان کا بچنا شاذونادر ھوگا، مثلاً ریسلر جو کہ مسلمان مفکرین کی فراخ دلی سے تعریف کر چکا ھے وہ اس اعتراف کے چند صفحے بعد کہتا ھے : کہ کندی کا فلسفہ جدید افلاطونی مذھب کی کاپی ھے ۱۱ یہ اتنا غیر ذمہ دارانہ خیال ھے، جس کی غلطی اسلامی فلسفہ کے ھر طالب پر عیاں ھے، فلاسفہ اسلام میں کندی کو جو اعلیٰ مقام حاصل ھے وہ اس کی سبقت اور اصالت فکر سے ھے ۔ اس نے افلاطون اور ارسطو وغیرہ کی کتابوں کا نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ ان کا یونانی اور سریانی زبان سے

عربی میں ترجمہ بھی کیا، اور ان کی شرح اور توضیح میں بھی دیگر مسلم فلاسفروں سے سبقت لے گیا، لیکن اس کے باوجود الهیات میں جو کہ عصرِ حاضر میں فلسفہ کا مخصوص میدان ہے تمام اہم اور بنیادی باتوں میں افلاطون اور ارسطو دونوں سے اختلاف کیا -

خدا کے وجود کے بارے میں سب سے پہلا مسلم مفکر کندی ہے جس نے اس کو بدیہی قرار دیا، اور جو دلائل اس پر پیش کئے جاتے ہیں ان کو تنبیہات کا درجہ دیا،۲۲ اور اسی فکر کو بعد میں فارابی نے اپنایا۲۳ اور اسی پر فرانسیسی فلاسفر ڈیکارٹ نے اپنے مخصوص فلسفے کی بنیاد رکھی۲۴ پھر کندی اس مسئلے میں صوفیاء کے قریب رہا جو کہ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن میں خدا کے وجود پر کوئی برہان پیش نہیں کی گئی بلکہ جو دلائل اس بارہ میں ہیں وہ درحقیقت صفات باری پر ہیں نہ کہ اس کے وجود پر ۲۵ صفات الهیہ کے بارے میں بھی کندی کا مذہب افلاطون اور ارسطو اور جدید افلاطونی مذہب سے بالکل مختلف رہا، کندی علم اللہ بالجزئیات اور خدا کے بالارادہ خالق ہونے کا قائل تھا جبکہ ارسطو اور دیگر یونانی مفکرین اس سے انکار کرتے رہے - کندی حدوث عالم پر براہین پیش کرچکا ہے جبکہ ارسطو اور مشائی مکتب فکر کے تمام مفکر اس کے قائل نہیں، اور نہ جدید افلاطونی مذہب میں اس کا تصور ملتا ہے، بلکہ سب کسی نہ کسی انداز سے قدم عالم کے قائل ہیں -

کندی پہلا شخص ہے جس نے حرکت زمانہ اور جسم میں تلازم ثابت کیا اور اس سے حدوث عالم کے نتیجہ پر پہنچا اسی طرح اخلاق، نبوت، اور دوبارہ جسمانی زندگی وغیرہ میں کندی کا مذہب ارسطو سے تو بالکل مختلف ہے، جس سے صاف ظاہر ہوا کہ کندی کے فلسفہ کو جدید افلاطونی مذہب کی کاپی کہنا، جیسا کہ ریسلر کہتا ہے، یا اس کو ارسطو کا مقلد کہنا، جیسا کہ دیگر مستشرقین اور ڈاکٹر نشار کا قول ہے، بالکل بے بنیاد ہے، کندی کو اصالت فکر میں آفاقی شہرت حاصل ہے - اور یہی وجہ ہے کہ اس کے فلسفہ میں کوئی

ایسی چیز نہیں ملتی جو کہ اسلام کے اصولوں میں سے کسی اصول کے ساتھ ٹکراتی ہو۔

پھر کندی کے متعلق اس قسم کے الزامات کی تردید خود بعض مغربی مفکرین کے اقوال سے ہوتی ہے۔ کورڈان کہتا ہے کہ کندی دنیا کی ان بارہ ذکی شخصیات میں سے ہے جوکہ مشکلات کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں، اور کےان آٹھ اشخاص میں سے ایک ہے جوکہ فلکیات کے امام مانے جاتے ہیں۔ بلکہ کندی کے خلاف یہ دو الزامات خود ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ارسطو کا فلسفہ اور جدید افلاطونی مذہب بذات خود دو متعارض مکتب فکر ہیں، تو کندی اگر ان میں سے ایک کا مقلد ہے تو دوسرے کا پیروکار کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو حال ہے کندی کا جس کو ارسطو کا مقلد اور جدید افلاطونی مذہب کا پیرو کہا جاتا ہے۔

رہا فارابی اور ابن سینا تو ان کا یونانی فلسفہ سے متاثر ہونا کوئی مخفی بات نہیں، اور نہ یہ کوئی عیب کی بات ہے۔ خود یونانی فلسفہ مشرقی فلسفہ کی پیداوار ہے۔ اگر چینی اور ہندوستانی نظریات نہ ہوتے تو یونانیوں کے بہت سے نظریات کا وجود ہی نہ ہوتا، لیکن ان دو مسلم دانشوروں کے اپنے ذاتی افکار ہیں اور بہت سے نظریات میں ارسطو سے ان کی کھلی مخالفت اظہرمن الشمس ہے۔

ابن سینا کہتا ہے کہ اختلافی مسائل میں ہم تعصب کی نظر نہیں رکھتے اور نہ اس کی پروا کرتے ہیں کہ یونانی کتابوں کے پڑھنے والوں کے مالوفات سے اختلاف کریں یا خود ان باتوں سے اختلاف کریں جو ہم نے اپنی ان کتابوں میں لکھی ہیں جو کہ فلسفہ کے عام پڑھنے والوں کے لئے ہیں یعنی وہ نیم فلسفی لوگ جن کا یہ گمان ہے کہ خدا نے ہدایت صرف مشائین کو کی ہے اور ان کے علاوہ خدا کی رحمت کسی تک نہیں پہنچی، پھر

کہتا ہے کہ ہم نے صرف ان امور میں مشائین سے کھل کر اختلاف کیا ہے جن پر صبر مشکل تھا، اور بہت سے مقامات پر ہم نے ان کی خطا کو چھپایا ہے، تاکہ جاہلوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہم مشائین سے ان کے مسلمات میں اختلاف کرتے ہیں اور بعض مقامات پر ہمارا ان سے اختلاف اتنا دقیق ہوتا ہے کہ اس کے ادراک سے وہ عاجز رہ جاتے ہیں ”فقد بلينا برفقة منهم عاري الفهم كانهم خشب مسندة ، يرون التعمق في النظر بدعة و مخالفة المشهور ضلالة كانهم الحنابلة في كتب الحديث“ ۱۸ پس ہم ان میں سے ایسے لوگوں کے ساتھ مبتلا ہوئے ہیں جو کہ فہم سے بالکل خالی ہیں جیسے وہ ٹیک لگا کر کھڑی کی گئی لکڑی ہوں گہری نظر ان کے ہاں بدعت ہے، اور مشہور بات کے خلاف کرنا ان کے نزدیک گمراہی ہے، ان کی مثال حنبلیوں کی سی ہے جو کتب حدیث میں، ظاہری مفہوم پر اکتفا کرتے ہیں - یہ ہے بحث و تمحیص میں ابن سینا کا طریقہ جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یونانی فلسفہ یا کسی اور فکر کا مقلد اس کی نظر میں محض جاہل ہوسکتا ہے جو کہ اپنے جمود فکر سے رحمت خدا کو کسی خاص شخص یا قوم کے لئے مخصوص سمجھتا ہے، اب اس وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی ابن سینا کو مقلد کہے تو وہ یقینا اس کے مندرجہ ذیل اشعار کا مصداق ہوگا :

عتبوا على فضلي و ذموا حكمتي
و استوحشوا من نقصهم و كمالي
اني وكيد هم و ما عتبوابه
كالطود يحقر نطحة الأوعال
و اذا الفتي عرف الرشاد لنفسه
هانت عليه ملامة الجهال

انھوں نے مجھ کو میرے فضل پر ملامت کیا اور میری حکمت کی مذمت کی ، اور ان کو وحشت ہوئی اپنے نقص اور میرے کمال سے بے شک میرا اور

ان کے مکر و ملامت کا تعلق۔ ایسا ہے جیسا کہ پہاڑ بکروں کے سینگ مارنے کو حقیر جانتا ہے، جب انسان کو اپنے رشد و حقانیت کا علم ہو جاتا ہے تو وہ جاہلوں کی ملامت کی پروا نہیں کرتا۔

مسلم مفکرین نے اس وقت ارسطو کے بعض نظریات کی مخالفت کی جب کہ مسیحی دانشور اس کے افکار کو وحی کے برابر سمجھتے تھے، اور عالم اسلام میں اس کو قدر و اجلال کی نظر سے دیکھنا عام مثقفین کا شیوہ بن چکا تھا، جیسا کہ ابن سینا کے سابقہ اقوال سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔ امام غزالی نے مقاصد الفلاسفہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں فلاسفہ کے نظریات کی وضاحت کی، اس کے بعد تہافت الفلاسفہ کے نام سے دوسری معرکۃ الآراء کتاب لکھی جس میں ان کے نظریات و افکار کی عقلی براہین سے تردید کی اور ان کے اقوال کو متعارض اور غیر مدلل ٹھیرایا، جیسا کہ خود کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے۔

آپ تہافت الفلاسفہ کی تالیف کا مقصد یوں بیان کرتے ہیں، ''ان المقصود تنبیہ من حسن اعتقادہ فی الفلاسفۃ، وظن ان مسالکھم نقیۃ عن التناقض، و بیان وجوہ تہافتھم''۱۹ مقصد اس کو تنبیہ کرنا ہے جو فلاسفہ کے متعلق حسن اعتقاد رکھتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ ان کے راستے تناقض سے پاک ہیں، اور بیان کرنا ان کے تعارض کے وجوہ کا۔ اسی طرح دوسرے موقعہ پر کہتے ہیں ''و نحن لا نلتزم فی ھذا الکتاب الا تکذیب مذھبھم''۲۰ ہم نے اس کتاب میں صرف فلاسفہ کی تردید اپنے اوپر لازم کی ہے۔

غزالی کے ان جملوں سے ان کی علمی جرأت، اور قوت دانش کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امام غزالی نے ان مسلم مفکرین کی تکفیر کی جو ارسطو کے ساتھ مندرجہ ذیل تین مسائل میں اتفاق کرتے ہیں (۱) قدم عالم کا اقرار (۲) جزئیات میں علم الہی سے انکار (۳) اور دوبارہ جسمانی زندگی سے انکار۲

غزالی نے کچھ ایسے مسائل میں بھی ارسطو کی رائے کی تردید کی اور اس کو خرافات کے مترادف کہا جن کا کوئی خاص تعلق دین سے نہیں، جیسا کہ ارسطو کا افلاک کی زندگی کا قول ۴۲ جس میں کندی بھی ارسطو کی پیروی کر گیا، ۴۳ غزالی کے اس شدید موقف کی وجہ سے بعض نے ان کو متعصب کہا لیکن اگر انصاف سے کام لیا جائے تو یہ واضح ہوجائے گا کہ آپ نے فلاسفہ یونان کے متعلق اس قسم کی تنگ نظری کا مظاہرہ ہرگز نہیں کیا جیسا کہ بعض مغربی طرز فکر کے دانشور مسلم مفکرین کے متعلق کر رہے ہیں ۔

غزالی نے یونانی فلسفہ کی تعلیم سے عام لوگوں کو اس لئے منع کیا کہ ان کا اس سے دو آفتوں میں سے ایک میں مبتلا ہوجانا یقینی ہے ۔ یا تو ان کے افکار میں باطل کو دیکھ کر ان کے تمام افکار کو باطل کہے گا اور یہ آفت اس لئے ہے کہ ان کے فلسفہ میں حق بھی ہے جس کی تکذیب یقینا گمراہی ہے، اور یا ان کے نظریات میں جو حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہے اس سے متاثر ہو کر ان کے تمام افکار کو تسلیم کر لے گا اور یہ دوسری آفت ہے ۴۴ اس سے معلوم ہوا کہ غزالی فلاسفہ کے تمام علوم کو باطل نہیں کہتے بلکہ وہ تو فلاسفہ کے بعض علوم کی تعریف بھی کرتے ہیں ۔ انھوں نے منطق کی تعریف یوں کی ہے " واما المنطقیات فاکثرھا علی منہج الصواب و الخطا نادر فیھا "، ۴۵ منطقی علوم اکثر صحیح ہیں اور ان میں غلطی کا وجود ہے مگر کم ۔

## اسلامی تصوف :

اسلامی تصوف کے متعلق بھی اکثر مستشرقین یہ کہا کرتے ہیں کہ اس کا مصدر اسلامی تعلیمات نہیں، بلکہ یہ دیگر مذاھب سے تاثر کے بعد مسلمانوں میں پیدا ہوا ۔ پھر بعض اس کو شامی رھبانیت سے تاثر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ مرکس ( Merx ) کا خیال ہے اور بعض اس کو جدید افلاطونی فلسفہ اور زردشتی مذھب اور ہندوستانی ویدا سے تاثر کا ثمر جانتے ہیں، جیسا

نہ جونس (Jones) کا قول ہے - مستشرق گولڈزیہر (Goldziher) نے ن بارے میں ابن خلدون کی پیروی کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی تصوف ا اصل منبع تو زہد اسلامی ہے پھر اس کا دوسرا مصدر مسیحی رہبانیت سے ناثر اور جدید افلاطونی مذہب اور بدھ مذہب سے تاثر ہے ۲۶

مستشرقین کے اس قسم کے اقوال جن کی تائید بعض مسلم مفکر بھی کرتے ہیں بے بنیاد ہیں اس لئے کہ صوفیا' اسلام تزکیہ نفس کے لئے جن اصولوں کا دعوی کرتے ہیں ان کا استنباط براہ راست قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ سے کیا کرتے ہیں - پھر یہ لوگ دیگر مذاہب کے تصوف سے بہت سی بنیادی باتوں میں اختلاف بھی کرتے ہیں - اسلامی تصوف میں جو اعتدال اور توازن ہے وہ دیگر مذاہب کی اخلاقیات میں ہرگز نہیں - پھر اسلامی تصوف کا عملی نمونہ خود رسول اکرم کی ذات اقدس ہے، جس سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ اسلامی تصوف کو بدھ مذہب یا زردشتیت یا غنوصیت۲۷ اور جدید افلاطونیت سے تاثر کا نتیجہ قرار دینا یقینا کھلی بے انصافی ہے -

اسلامی تصوف اور ان مذکورہ مذاہب کے تصوف میں قدر مشترک کا پایا جانا یا بعض اصولوں میں ایک حد تک یکسانیت کا وجود اسلامی تصوف کے ذاتی وجود کی ہرگز نفی نہیں کرتا، اس لئے کہ جب فلاسفہ کے افکار میں انبیاء کی تعلیم کا اثر پایا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے امام غزالی کی نظر میں یونانی فلسفہ کے تمام نظریات کو غلط کہنا درست نہیں ، تو پھر تصوف جوکہ تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے اور جس کے اصول آسمانی تعلیمات سے مستفاد ہیں اس میں حق کا پایا جانا اور اسلامی تصوف کے ساتھ اس کا متفق ہونا کوئی بعید نہیں بلکہ عین قرین قیاس ہے -

اسلامی تصوف میں رہبانیت اور تجرد کی اجازت نہیں البتہ وقتی طور پر عزلت گزیں ہوکر مراقبہ اور محاسبہ نفس میں مشغول ہوجانا اس کے آداب

میں سے ہے، لیکن یہ شامی یا ہندوستانی رہبانیت کا اثر نہیں ہے اس لئے کہ صوفیا اس کو قرآن کی اس آیت سے مستنبط کرتے ہیں، "ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین"، اسی طرح اخلاق میں اعتدال اور میانہ روی کا نظریہ ہے۔ یہ نظریہ اگرچہ ارسطو اور افلاطون کے ہاں بھی ملتا ہے لیکن مسلمانوں نے اس کو قرآن سے لیا ہے "ولا تغلل یدک الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط"، "وکذلک جعلنا کم امۃ وسطا الخ"، وغیرہ قرآنی آیات میں صراحت سے اس کا ذکر ہے بہر حال اسلامی تصوف کے اصول قرآن اور رسول اکرم کی سنت سے لئے گئے ہیں وہ کسی اور مذہب سے ہرگز ماخوذ نہیں ۔

بعض متصوفین اسلام کا کچھ باتوں میں دیگر مذاہب کے تصوف سے متاثر ہونا اس بات کی دلیل ہرگز نہیں کہ اسلامی تصوف اسلامی معاشرہ پر دوسروں کے اثرات کا نتیجہ ہے، یہ تاثر یا تو خود ان نام نہاد متصوفین کے انحراف اور راہ راست سے بھٹکنے کی دلیل ہے ۔ یا یہ تاثر اس قسم کے امور میں ہے جو کہ ادیان حقہ سے ان مذاہب میں رہ گئے ہیں ۔

مختصر یہ کہ مستشرقین کا اسلامی نظریات کی اصالت سے انکار اور دوسرے مدارس فکر کی طرف ان کی نسبت تنگ ظرفی اور تنگ نظری پر مبنی ہے جس کا اندازہ صرف ان کے دلائل سے ہوتا ہے جو کہ انتہائی سطحی اور ناقابل قبول ہیں۔ ان سے صرف وہ مغرب زدہ طبقہ متاثر ہوسکتا ہے جس کو اپنے علمی ورثہ کی کوئی خبر نہیں، اور اگر کچھ ہے بھی تو مستشرقین کے واسطہ سے ہے جن کے علم و تحقیق کا اس میدان میں کوئی خاص وزن نہیں۔ اس کے برعکس اگر مسلم دانشور یہ دعوی کریں کہ مغرب کی ترقی کا مدار صرف ان نظریات پر ہے جو وہ مسلم دانشوروں سے لیتے رہے ہیں، تو اس کو وہ زیادہ خوش اسلوبی سے ثابت بھی کرسکیں گے، اور اس میں بڑی حد تک واقعیت اور صداقت بھی ہے ۔

# حواشی

جمہوریۃ افلاطون

رسالۃ الکندی فی دفع الاحزان

الحکمۃ ضالۃ المؤمن، یا خذ ھا من حیث وجدھا، ولا یبالی من ای وعا خرجت ۔ (حدیث)

حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جس کو وہ لے لیتا ہے جہاں بھی پاتا ہے، یہ خیال کئے بغیر کہ وہ کس ظرف سے نکلی ہے ۔

) ملاحظہ ہو فصل المقال فیمابین الحکمۃ والشریعۃ من الاتصال تالیف ابن رشد

) تاریخ مغربی فلسفہ تالیف برٹرنڈرسل

) ملاحظہ ہو : الاسلام من مبادئہ التاسیسیہ ص ۳۳۱، تالیف ڈاکٹر محمد غلاب

) نفس مصدر ص ۱۵۶

) ملاحظہ ہو : نشاۃ التفکیر الفلسفی فی الاسلام، ج ۱، ص ۲۲

۹) نشاۃ التفکیر الفلسفی فی الاسلام، ج ۱، ص ۱۳

۱) عربی تمدن تالیف ریسلر ص ۸۳

۱) عربی تمدن تالیف ریسلر ص ۸۳

۱) ملاحظہ ہو رسائل کندی، ج ۱، ص ۲۱۳ - ۲۱۵

۱۲) ملاحظہ ہو عیون المسائل ص ۵ ، تالیف فارابی

۱۳) ملاحظہ ہو تاملات ڈیکارٹ ص ۱۱۱

۱۵) ملاحظہ ہو مرصاد العباد، تالیف نجم الدین الرازی ، اور الاسلام و العقل تالیف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود

(۱۶) ملاحظہ ہو فیلسوف العرب و المعلم الثانی ص ۹۳، تالیف مصطفی عبد الرازق

(۱۷) ملاحظہ ہو : الفلسفۃ الشرقیہ تالیف ڈاکٹر محمد غلاب

(۱۸) منطق المشرقین، تالیف ابن سینا ص ۲ - ۳

(۱۹) ملاحظہ ہو تہافت الفلاسفہ، ص ۹۸، تحقیق ڈاکٹر سلیمان دنیا

(۲۰) مصدر سابق

(۲۱) ملاحظہ ہو المنقذ من الضلال ص ۹

(۲۲) تہافت الفلاسفہ

(۲۳) رسائل کندی، ج ۱

(۲۴) ملاحظہ ہو المنقذ من الضلال،ص ۲۴

(۲۵) مقاصد الفلاسفہ ص ۳۲

(۲۶) ملاحظہ ہو اسس الفلسفة تالیف ڈاکٹر توفیق الطویل،ص ۲۵۴

(۲۷) غنوص یونانی لفظ ہے، جس کا لغوی معنی علم و عرفان ہے، دوسری عیسوی صدی سے اس کا اطلاق صوفیاء کے اس گروہ پر ہونے لگا جس کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام معارف عالیہ اور اعلیٰ ترین سچائیاں صرف تزکیہ باطن اور صوفی ریاضت سے حاصل ہوتی ہیں یہودی غنوصیت کا علمبردار فیلو ( Philo ) تھا، اور عیسائی غنوصیوں میں سیرنتھس ( Cernthus ) اور مینڈر ( Monader ) کے نام سر فہرست تھے